

بازگشت

سید عطاء الحسن بخاری

.....اور مارشل لاء نافذ کر دیا گیا!

مرحوم استاد داس نے کہا تھا

ساڑے دیس جج موجاں ای موجاں
جوتھر ویکھو فوجاں ای فوجاں

استاد کا اشارہ "ضیاء الحقی مارشل لاء" کی طرف تھا۔ اس سے پہلے وہ ایوب خانی اور علی خانی مارشل لاء کا ذکر بھی..... "جی او میریا ڈھول سپاہیا!" کہ کر کچلے تھے۔ اسلئے مارشل لاء کا ذکر جب بھی آتا ہے، ہمیں موجیں مارتی ہوتی فوجیں، بندے مارتے ہوئے ڈھول سپاہی، جگ مارتے ہوئے سیاست دان اور بہت کچھ..... یاد آجاتا ہے۔ ہمیں پاکستان کا پہلا مارشل لاء یاد آجاتا ہے۔ ۱۹۵۳ء کے خونیں ایام یاد آتے ہیں۔ جنرل اعظم خان، خواجہ ناظم الدین اور میاں ممتاز دوتانہ یاد آتے ہیں۔ پچھلے دنوں "خبریں" کی ایک اشاعت خاص (۱۳ ستمبر) میں، ڈاکٹر صفدر محمود کی طویل تقریر..... "اور مارشل لاء نافذ کر دیا گیا" شائع ہوئی تو ہمیں یہ سب کچھ بہت یاد آیا۔ ڈاکٹر صاحب نے لکھا تھا کہ.....

"۲۵ مارچ ۱۹۵۳ء کو میاں ممتاز دوتانہ اور ان کی کاہنہ مستعفی ہو گئی جس کی دو وجوہ تھیں۔ ایک وجہ بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی رپورٹ تھی جس نے خواجہ ناظم الدین اور میاں ممتاز دوتانہ کے مابین اختلافات کی طلیج کو وسیع تر کر دیا تھا۔ دوسری وجہ قادیانیوں کے خلاف تحریک تھی جسے عام طور پر "ختم نبوت تحریک" سمجھا جاتا ہے، اس تحریک نے پنجاب میں امن و امان کو بالکل ختم کر دیا تھا۔ اس کا اعصابی مرکز لاہور تھا۔ اور صوبائی دار الحکومت میں حالات پر قابو پانے کے لئے ۶ مارچ ۱۹۵۳ء کو مارشل لاء نافذ کر دیا گیا، جو سستی تک جاری رہا۔ یہ بھی خیال کیا جاتا تھا کہ میاں ممتاز دوتانہ نے اس تحریک کا رخ مرکزی حکومت کی طرف موڑنے کی کوشش کی تھی لیکن اس کی پاداش میں انہیں نہ صرف اپنے منصب کی قیمت ادا کرنی پڑی بلکہ اس سے خواجہ ناظم الدین کی برطرفی کی راہ بھی ہموار ہو گئی۔

اینٹی احمدیہ مومنٹ یا ختم نبوت تحریک کے نتیجے کے طور پر مارشل لاء کا لگنا بھی ایک طرح سے مسلم لیگ کی کمزوری کی علامت تھی کیونکہ اگر مسلم لیگ صحیح معنوں میں ایک عوامی اور منظم جماعت ہوتی تو صورت حال کو اس قدر بگڑنے نہ دیا جاتا کہ سول انتظامیہ بے بس ہو جاتی اور فوج کو نظم و نسق سنبھالنا پڑتا۔ دراصل ختم نبوت تحریک ملتان کے فروع کی جو سمجھت تھی کہ احمدی

مُرتد ہیں۔ وہ غفر اللہ عنان اور دوسرے احمدی مسلمان کے بیٹھے ہوئے اثر کو ناپسند کرتے تھے۔ یہ تحریک کئی ماہ جاری رہی اور تقریباً ہر روز پانچ دس ہزار افراد سرنگوں پر احتجاج کرتے، سرکاری الحاک کو آگ لگاتے اور تانوں پر حملے کرتے۔ ۶ مارچ ۱۹۵۳ء کے دن کئی دکانوں کو آگ لگا دی گئی اور لاہور کے اندرون شہر میں صورتحال نازک ہو گئی۔ جب تحریک اپنے عروج پر تھی تو دولتانہ صاحب نے بیان دے دیا کہ احمدیوں کو اقلیت قرار دیا جائے اور غفر اللہ خان کو ڈسمس کر دیا جائے، چنانچہ اسی دن مارشل لا نافذ کر دیا گیا۔ اس طرح پاکستان بننے کے بعد پہلی دفعہ فوج سیاست میں ملوث ہوئی۔ "پاکستان میں جمہوری عمل کی بنیادوں پر یہ پہلی کاری ضرب تھی"

ڈاکٹر صاحب نے جو کچھ لکھا ہے، وہ اخذ و ترتیب کا کمال تو ہو سکتا ہے، مشاہدہ اور بیان واقعہ نہیں۔ تحریک مقدس، تحفظ ختم نبوت کو "اینٹی احمدی مومنٹ" یا "احرار احمدی نزع" کہنے والوں نے ہمیشہ اسی یک طرفہ نقطہ نظر کی ترجمانی کی ہے جسے تاریخ ہمیشہ کے لئے غلط ثابت کر چکی ہے۔ ۱۹۵۳ء میں تحفظ ختم نبوت کا مطالبہ کرنے والے گونزدہ فیصد تھے اور ۱۹۷۴ء میں سرافراز و غفر باب ۱ کا کش، پوجھو کہ مذہب کیا ہے؟ تحریک تحفظ ختم نبوت کو ممتاز دولتانہ کی سازش اور ساز باز کہنا کوئی "اچھوتی بات" نہیں ہے۔ یہ مرزائیوں کا پرانا پروپیگنڈہ ہے۔ ورنہ یہ عجیب "سازش" تھی جو ناظم الدین کے ساتھ ساتھ دولتانہ کو بھی لے ڈوٹی۔ حقیقت یہ ہے کہ سازش تو لیاقت علی خان کے قتل سے شروع ہو چکی تھی۔ ناظم الدین کا وزیر اعظم بنایا جانا بھی اسی سازش کا حصہ تھا۔ کیونکہ موصوف کے وزیر اعظم بننے ہی۔۔۔ ایک طرف تو

۱۔ تیل کے مسئلے پر ایران اور نرسوز کے مسئلے پر مصر کی حمایت کی پالیسی ترک کر دی گئی۔ برطانیہ بہادر کی خوشنودی کی خاطر!

۲۔ امریکہ نے پاکستان کو امریکی گندم کی درآمد کے لئے ڈیڑھ کروڑ ڈالر کا قرض دینے کی پیش کش کر دی۔

..... اور دوسری طرف

۱۔ مشرقی پاکستان میں قومی زبان کے مسئلہ پر، بد تشدد تحریک شروع ہو گئی۔

۲۔ کراچی میں طلباء ایچی ٹیشن کے ہٹا سے شروع ہوئے اور پولیس کی فائرنگ سے ایک ہی دن میں سات طلباء ہلاک ہوئے۔

۳۔ سندھ میں صوبائی مسلم لیگ کے صدر ایوب بھٹو نے وزیر اعظم کے خلاف بغاوت کر دی۔

۴۔ پنجاب کے وزیر اعلیٰ دولتانہ نے بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی رپورٹ کی مخالفت کی تو صوبے کی لیڈر شپ اور رائے عامہ کا لڑائی کی تائید میں تھی۔

۵۔ کادیانیوں کی تبلیغی، تنظیمی اور سیاسی سرگرمیاں خطرناک حد تک بڑھ گئیں۔ بلوچستان کو مرزائی ریاست بنانے کی "بشارت" عام تھی مرزائیوں نے وزیر خارجہ چودھری سر غفر اللہ کی زیر سرپرستی ملکی اداروں میں اسی

ہزاروں نفوذ حاصل کر لیا جتنا آج امریکہ میں یہودیوں کو حاصل ہے۔ کیا یہ سب دولتانہ کی سازش تھی؟ دولتانہ نے تو تحریک ختم نبوت کو تشدد سے چکنا چاہا، لیکن آگ اور بھڑک اٹھی۔ راج سنگھاسن ڈولنے لگا تو وہ محتاط ہو گئے۔ بعد میں جب مارشل لاہ لگایا گیا تو وہ بھی لنگی مرکز کے ایما پر لگایا گیا تھانہ کہ فوج کی خواہش اور دولتانہ کی کوشش سے! فوجیوں کو تو یہ تک معلوم نہیں تھا کہ تحریک چلانے والے انڈیا کے حق میں ہیں یا پاکستان کو بچانے کے لئے سوومنت چلا رہے ہیں۔ وہ تو یہ کہ کر گولی چلاتے تھے کہ "خدا روا! کمینوا! پاکستان دشمنو!" جب ان مارشل لائی افراد کو حقیقت حال کا علم ہوا تو انہوں نے گولی چلانے سے انکار کر دیا۔ پھر پنجاب پولیس اور مرزائی افسروں نے مل کر گولیاں برساتیں اور جی بھر کے ناموس رسالت کے ہوانوں کو بھونکا۔ اور یہ سب کچھ مسلم لنگی جاگیرداروں نے کیا تھا۔

سوال یہ ہے کہ ان حالات میں خواجہ ناظم الدین کی "وزارت عظمیٰ" کیا کر رہی تھی ۱۱۹ گشت ۵۲ سے ۲۶ فروری ۵۳ء تک، خواجہ صاحب سے تحریک ختم نبوت کے راہنماؤں کی مسلسل ملاقاتیں رہیں۔ خواجہ کی تان اسی بات پر آکر ٹوٹتی رہی کہ.....

"میں جانتا ہوں کہ اگر مجلس حمل کے مطالبات مان لوں تو سارے پاکستان میں پاپولر ہوجاؤں مگر مشکل یہ ہے کہ امریکہ سے جو معاملات طے ہوتے ہیں وہ خراب ہوجائیں گے۔ ظفر اللہ کو بٹا دو تو گندم کا ایک دانہ نہ ملے گا۔ تم لوگ میری مشکلات کو نہیں جانتے....."

لیکن خواجہ کے پاس اس سوال کا جواب نہیں تھا کہ جو ظفر اللہ خاں آج اتنا موثر ہو گیا ہے وہ کل کو کیا کچھ نہ کر گزرے گا؟..... نتیجہ یہ نکلا کہ تحریک زور پکڑ گئی۔ یہی وہ مرحلہ تھا جب "مارشل لاہ سے مارشل لاہ تک" کے مصنف سید نور احمد مرحوم (سابق ڈائریکٹر تعلقات عامہ پنجاب) کے بقول.....

"گورنر جنرل کے لئے فیصلہ کن قدم اٹھانے کا وقت آگیا تھا۔ لیکن انہوں نے ایک مہینے کے قریب انتظار کیا اور خواجہ ناظم الدین کو اس بات کی مہلت دی کہ وہ چند سیاسی فیصلے اپنی قلم سے کر جائیں۔ فیصلے یہ تھے۔

۱۔ دولتانہ سے کہا گیا کہ پنجاب کے وزیر اعلیٰ کے حمد سے مستعفی ہوجائیں۔ اور صوبائی مسلم لیگ کی صدارت بھی خالی کر دیں۔ ۲۔ ان کی جگہ مشرقی پاکستان کے گورنر ملک فیروز خان لون کو پنجاب کا وزیر اعلیٰ مقرر کر دیا گیا۔ ۳۔ ملک فیروز خان کی جگہ مشرقی پاکستان کی گورنری پر جودھری خلیق الزماں کو فائز کر دیا گیا۔ ۴۔ ان فیصلوں کی کامیابی کی ضمانت کے طور پر دولتانہ سے یہ بھی کہا گیا کہ وہ پنجاب اسمبلی کی مسلم لیگ پارٹی کے سامنے خود تجویز پیش کر کے اپنے ہاتھوں کو پارٹی لیڈر منتخب کرائیں۔ اور پھر طویل حرمے کے لئے پاکستان سے باہر چلے جائیں۔ دولتانہ کو لاہور میں مارشل لاہ کا ڈنڈا نظر آتا تھا۔ انہوں نے تمام احکام کی تعمیل کر دی۔ اور اپنے ہال بھول کو لے کر

یورپ کی سیر کو چلے گئے۔" (صفحہ ۹۰، ۴۱۰)

دو تئانہ اور خواجہ ناظم الدین کی باہمی چپقلش اور آویزش کا جو زلہ مسلم لیگ پر گرا سو گرا اس آویزش و سازش کا زیادہ اثر بد مسلمانوں کے عقائد پر پڑا۔ کیونکہ مسلم لیگی بزرگ بھر بنیادی طور پر سیکولر اور لیبرل تھے اس لئے عقائد کو قربان کرنا ان کے لئے بہت آسان تھا اور انہوں نے اسلامی عقائد قربان کر کے ہی مرزائیوں کو اقتدار کی ڈوری تھادی تھی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پنجاب میں مرزائیوں نے اپنے اقتدار کے لئے مسلم لیگی سوداؤں کو اسی ڈوری سے نہایا۔ لوگوں نے اس نپانے والے کو بھی دیکھا اور ناچنے والوں کو بھی! مجلس احرار اسلام اس تماشے کو برداشت نہ کر سکی اور پاکستان کی تباہی و ویرانی کو کھلی آنکھوں نہ سہہ سکی تو اس نے آکل پارٹیز کنونشن بلایا۔ اس کنونشن میں مرکزی حکومت کے سامنے مسلمانوں کے متفقہ چار مطالبات رکھے گئے کہ

۱۔ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

۲۔ ظفر اللہ خاں کو وزارت خارجہ کے عہدہ سے الگ کیا جائے۔

۳۔ مرزائیوں کو کلیدی آسامیوں سے الگ کیا جائے۔

۴۔ ربوہ کی زمین پر مہاجروں کو آباد کیا جائے۔

مطالبات تسلیم نہ کئے جانے کی صورت میں تحریک چلائی گئی اور اس کی بنیاد انہی مطالبات پر رکھی گئی اور اس تحریک کا نام "تحریک تحفظ ختم نبوت" رکھا گیا! مسلم لیگی گوسفندوں نے اور مرزائی جتہ بندوں نے اس مقدس تحریک کو "دینی احمدیہ موومنٹ" سمجھا جو کہ ڈاکٹر صفدر محمود نے بھی لکھنا پسند کیا۔ پھر ڈاکٹر صاحب نے احرار کا نام لیتے ہوئے یوں قلم چھپایا۔ جیسے ہندو تنیاں اپنے دھرم پتی کا نام لیتے ہوئے جھپ جاتی ہیں۔ پھر انہوں نے لکھا ہے کہ "طلانہ سمجھتے تھے کہ احمدی مرتد ہیں" اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ بات لکھنے والا ابھی تک بندہ بیگانہ ہے۔ ورنہ ظلالان محمد ﷺ تو تمام کے تمام مرزائیوں کو مرتد ہی سمجھتے ہیں۔ "غیر مرتد" تو انہیں وہ مسلم لیگی ہی سمجھتے ہیں جن کے دروازے آج بھی ان کے لئے کھلے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے ان مرتدوں کو احمدی لکھا ہے حالانکہ تمام مسلمان انہیں "مرزائی اور قادیانی کہتے اور لکھتے ہیں۔ اور یہی ان کا آئینی نام اور شناخت ہے۔

آخر میں ڈاکٹر صاحب سے ایک ہی گزارش ہے کہ خدرا تا تاریخ میں "اجتہاد" نہ فرمائیں۔ اگر انہوں نے جسٹس (ر) جاوید اقبال کے "اجتہادات" سے متاثر ہو کر اجتہاد فرمایا شروع کر دیا تو یہ ان کی بہت بڑی غلطی ہو گی۔ البتہ وہ اگر علامہ اقبال کے شہاب فکر کی روشنی میں کوئی رائے قائم کرنا پسند کریں تو بہت مناسب ہے۔!

